سوال۳: درج ذیل خالی جگہیں درست الفاظ سے پُر کیجیے:

(الف) ہر شخص میں قدرت نے کوئی نہ کوئی.................رکھی ہے۔

(ب) گدلا پانی پودوں کے حق میں.................تھا۔

(ج) ڈاکٹر صاحب شاہی باغ کو حقیقت میں.................بنانا چاہتے تھے۔

(د) باغ کے داروغہ خود بھی بڑے کارگزار اور.................شخص ہیں۔

(ہ) ایک سال بارش بہت.................ہوئی۔

سوال۴: درج ذیل اقتباسات کی تشریح کیجیے:

(الف) ''کام سے سچّا لگاؤ تھا اور اسی میں اس کی جیت تھی''۔

(ب) ''اسے کیا معلوم تھا کہ قضا اس کے سر پر کھیل رہی ہے۔''

(ج) ''ہر شخص میں قدرت نے کوئی نہ کوئی صلاحیت رکھی ہے۔ اس صلاحیت کو درجۂ کمال تک پہنچانے میں ساری نیکی اور بڑائی ہے۔''

سوال۵: دیے ہوئے لفظی اشاروں سے کہانی مکمل کیجیے:

شخص، پیٹ میں درد، حکیم، برداشت سے باہر، غذا، چیک کرنا، پوچھنا، جلی ہوئی روٹی، آنکھیں، دوا، علاج، شرمندگی، آئندہ، نتیجہ۔

سرگرمی

طلبہ شجر کاری کی اہمیت پر تقریری مقابلہ کریں۔

✻ خاکہ ایک سوانحی مضمون ہے جس میں کسی شخصیت کے اہم اور منفرد پہلو اس طرح اجاگر کیے جاتے ہیں کہ اس شخصیت کی جیتی جاگتی تصویر پڑھنے والے کے ذہن میں پیدا ہو جائے۔

ہدایات برائے اساتذہ:

(۱) ماحول کو آلودگی سے پاک رکھنے کے لیے شجر کاری کی اہمیت واضح کیجیے۔

(۲) خاکہ نگاری کی مذکورہ تعریف کی روشنی میں طلبہ کو اس خاکے کی خوبیاں سمجھائیے۔

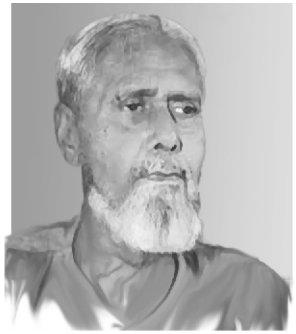

قدرت اللہ شہاب

ولادت: ۱۹۱۷ء   وفات: ۱۹۸۶ء

پاک و ہند کے ممتاز سرکاری افسر قدرت اللہ شہاب اردو کے مشہور ادیب، افسانہ نگار، صُوفی اور دانش وَر تھے۔ آپ کے والد کا نام محمد عبداللہ تھا۔ آپ نے آزاد کشمیر میں سیکریٹری جنرل اور جھنگ میں ڈپٹی کمشنر کے عہدوں پر کام کیا۔ آپ پاکستان کے گورنر جنرل غلام محمد، صدر اسکندر مرزا اور صدر محمد ایوب خان کے ساتھ بہ طور پرائیویٹ سیکریٹری رہے۔ ہالینڈ میں پاکستان کے سَفیر بھی رہے۔ پاکستان کی ادبی تنظیم ''رائٹرز گلڈ'' کے بانی اور ''انجمنِ ترقّیِ اُردو'' پاکستان کے اعزازی صدر بھی رہے۔

''شِہاب نامہ'' آپ کی ''آپ بیتی'' ہے، جس میں اپنے بچپن، جوانی اور بڑھاپے کا احوال بیان کیا ہے۔ قومی خدمات کے اعتراف میں حکومتِ پاکستان نے آپ کو ''ستارۂ پاکستان'' کے تمغے سے نوازا۔ آپ کی دیگر تصنیفات میں ''یا خدا، نفسانے، ماں جی اور سرخ فیتہ'' مقبول کتابیں ہیں۔

ڈسٹرکٹ بورڈ کی ڈسپنسری

حاصلاتِ تعلّم: یہ سبق پڑھ کر طلبہ: (۱) روزمرہ زندگی کے تجربات یا واقعات کے حوالے سے یادداشت یا ڈائری لکھ سکیں۔ (۲) ادبی، صحافتی، دفتری اور قانونی تحریر میں فرق کر سکیں۔
(۳) صحت وصفائی کے بنیادی اصولوں کی پاس داری کے لیے کسی اخبار یا ذمے دار افسر خط تحریر کر سکیں۔

ایک دفعہ میں ایک طویل دورے سے واپس آ رہا تھا۔ ایک پُر فضا مقام پر ڈسٹرکٹ بورڈ کا ڈاک بنگلا نظر آیا۔ جی چاہا کہ گھنٹا دو گھنٹا یہاں قیام کیا جائے۔ ڈاک بنگلا کھلا پڑا تھا۔ اندر گیا تو دیکھا کہ چھت غائب ہے۔ پہلے خیال آیا کہ شاید یہ اوپن ایئر تھیٹر کی طرح اوپن ایئر ڈاک بنگلا ہو۔ لیکن چوکی دار نے بڑی خندہ پیشانی سے وضاحت کی کہ دراصل یہ ۱۹۵۰ء کے سیلاب کا نتیجہ ہے۔ میں نے پوچھا کہ بھائی سیلاب تو زمین پر آیا تھا، لیکن چھت آسمان سے کیوں کر گر پڑی؟ چوکی دار نے سادہ لوحی سے جواب دیا کہ صاحب! اس میں بھی اللہ کی کوئی حکمت ہوگی! اس ڈاک بنگلے میں چینی کی چند پرچ پیالیاں اور کچھ رکابیاں بھی موجود تھیں۔ ان سب کی پشت پر انگریزی میں Johnson & Johnson, London, 1854 درج تھا۔ چینی کے بنے ہوئے یہ ظُروف ایک سو برس پُرانے تھے۔ لیکن ہماری تعمیر کی ہوئی ڈاک بنگلے کی چھت سیلاب کے ایک ہی ریلے سے بہہ کر گر گئی تھی۔

ڈاک بنگلے کی رعایت سے مجھے ڈسٹرکٹ بورڈ کی ایک ڈسپنسری یاد آ گئی، جو ایک نہایت دُور افتادہ گاؤں میں واقع ہے۔ بغیر اطلاع دیے دُور دراز دیہات میں اکیلے گھومنے کا مجھے بے حد شوق ہے۔ اس طرح ایک انسان کی آنکھ اُن نظاروں کا مشاہدہ کرتی ہے جو ڈپٹی کمشنر کی آنکھ کو نصیب نہیں ہوتا۔ ان دو آنکھوں میں بڑا عجیب وغریب فرق ہے۔ انسان کی آنکھ سب کچھ دیکھتی ہے اور ڈپٹی کمشنر کی آنکھ فقط وہی دیکھنے کی عادی ہو جاتی ہے جو اسے دکھایا جائے۔ اس کے علاوہ انسان کی آنکھ عموماً سیدھی ہوتی ہے اور ڈپٹی کمشنر کی آنکھ اپنے ٹیڑھے ترچھے زاویوں کی وجہ سے کسی قدر بھینگی ہو جاتی ہے------خیر، اُس دُور افتادہ گاؤں میں مجھے ایک اَصطَبَل نظر آیا جو دراصل وہاں کا اسپتال تھا۔ ڈاکٹر صاحب دھوتی اور بنیان پہنے کرسی پر اُکڑوں بیٹھے تھے اور اپنے گھٹنوں پر پرچیاں رکھے نسخے لکھ لکھ کر مریضوں کو دے رہے تھے، جنھوں نے کرسی کے چاروں طرف گھیرا ڈالا ہوا تھا۔

''کیا مرض ہے؟'' ڈاکٹر صاحب ہر مریض سے سوال کرتے تھے۔

مریض اپنی بِساط کے مطابق اپنے مرض کی خود تشخیص کرتا تھا اور ڈاکٹر صاحب بڑی سُرعت سے نسخہ لکھ کر اس کے حوالے کر دیتے تھے۔ غالباً یہ نسخہ تعویذ کے طور پر استعمال ہوتا تھا، کیوں کہ مریض نسخہ لے کر بغیر کوئی دوا مانگے وہاں سے چلا جاتا تھا۔

میری خاکی پتلون اور سفید بُش شرٹ کے لحاظ سے ڈاکٹر صاحب نے مجھے اپنے سامنے ایک بنچ پر بٹھا لیا، جس پر اُن کا حُقّہ اور پاندان پڑا تھا۔ انھوں نے کئی بار مجھے دوسرے مریضوں پر ترجیح دینے کی کوشش کی، لیکن میں نے جواب دیا کہ میری تکلیف ذرا پیچیدہ قسم کی ہے، اس لیے میں سب سے آخر میں اپنا حال بیان کروں گا۔

جب مریضوں کا ہُجوم ختم ہوگیا، تو ڈاکٹر صاحب بڑی خیر سگالی سے میری طرف متوجّہ ہوئے۔ میں نے نہایت سنجیدگی سے اپنی تکلیف بیان کی۔

''ڈاکٹر صاحب!'' میں نے کہا: ''میرے دماغ میں کچھ خلل واقع ہوگیا ہے۔ مجھے بیٹھے بیٹھے وہم ہونے لگتا ہے کہ میں ضلع جھنگ کا ڈپٹی کمشنر لگ گیا ہوں۔''

ڈاکٹر صاحب نے بڑی پھرتی سے اپنی ٹانگیں کرسی سے نیچے اُتار لیں اور عینک کے خول کے اُوپر سے مجھے بڑے غور سے گُھورا۔ جب انھیں اچھی طرح اطمینان ہوگیا کہ میری تراش خراش اور وضع قطع میں ڈپٹی کمشنر کی کوئی علامت موجود نہیں ہے، تو وہ پھر کرسی پر اُکڑوں بیٹھ گئے اور ایک کاغذ گھٹنے پر رکھ کے غالبًا نسخہ لکھنے میں مشغول ہوگئے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر وقت انھیں مہلت دیتا تو وہ میرے لیے بدہضمی کا علاج تجویز فرماتے۔ لیکن عین اس وقت گاؤں کے نمبر دار نے وہاں پہنچ کر میرے جُنون کا راز فاش کردیا۔

ڈاکٹر صاحب بے تحاشا بھاگ کر اپنے کوارٹر میں گئے اور کچھ دیر کے بعد بنیان کے اوپر شیروانی پہنے اور ہاتھ میں اسٹیتھو سکوپ لے کر برآمد ہوئے۔ اب انھوں نے خالص افسرانہ انداز میں میری تشریف آوری پر اپنی خُوش نودی کا اظہار فرمایا اور مجھے اسپتال کا معائنہ کرنے کی دعوت دی۔ میں نے بھی بڑی وضع داری سے ڈسپنسری کا معائنہ کیا، جس میں ٹنکچر آیوڈین، سوڈا بائی کارب، ایسپرین اور بڑی بڑی بوتلوں میں کئی دن کے باسی پانی کے علاوہ اور کوئی دوائی موجود نہ تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ ڈسٹرکٹ بورڈ میں اسپتال کا بجٹ تو باقاعدگی کے ساتھ سال کے شروع میں منظور ہوجاتا ہے۔ لیکن دوائیوں کا اسٹاک اکثر سال کے اخیر میں یا بعض اوقات اگلے سال

موصول ہوتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو یقین تھا کہ اس تاخیر کا اسپتال کی ہر دل عزیزی یا افادیت پر ہرگز کوئی بُرا اثر نہیں پڑتا تھا۔ کیوں کہ دوائیاں موجود ہوں یا نہ ہوں، مریض بہ ہر حال آتے ہی رہتے تھے اور پھر ڈاکٹر صاحب نے اپنے رجسٹر کے اعداد وشمار سے مجھے یہ خوش خبری بھی سنائی کہ متواتر کئی برس سے مریضوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہورہا ہے۔

ڈاکٹر صاحب اس مقام پر پورے نو برس سے مسیحائی فرما رہے تھے۔ انھیں فخر تھا کہ اس دوران ملیریا کے مریضوں میں ۷۵ فی صد، پیچش کے مریضوں میں ۵۰ فی صد اور خارش کے امراض میں ۴۵ فیصد کا اضافہ ہوگیا تھا۔ ڈسپنسری کا آخری معائنہ ۱۹۳۱ء میں ہوا تھا۔

ڈاکٹر صاحب نے مجھے اسپتال کا ''اِن ڈور وارڈ'' بھی دکھایا، جس میں غالبًا ان کی بھینس باندھی جاتی تھی، کیوں کہ ایک کونے میں تازہ گوبر کے نشان تھے، جنھیں ابھی ابھی صاف کیا گیا تھا۔

معائنے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے مجھے وزیٹرز بُک پیش کی کہ میں اس میں اپنی رائے کا اظہار کروں۔ میں نے فی البدیہہ عرض کیا:

''دنیائے طِبّ میں یہ اسپتال سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہاں پر دوائیوں کی جگہ نسخوں سے علاج کیا جاتا ہے اور مریضوں کی تعداد روز افزوں ترقی پر ہے۔ اسپتال میں داخل ہونے والے مریضوں کے لیے بھینس کے خالص دودھ کا خاطر خواہ انتظام ہے، کیوں کہ وارڈ میں بھینس باندھنے کا بھی اچھا بندوبست ہے۔ گوبر بھی وقت پر اٹھایا جاتا ہے اور

مکھیوں کی آمدورفت پر کوئی خاص پابندی عائد نہیں ہے۔‘‘

چند ماہ بعد جب میں دوبارہ اسی ڈسپنسری کو دیکھنے گیا، تو وارڈ میں ڈاکٹر صاحب کی بھینس تو بہ دستور بندھی ہوئی تھی، لیکن وزیٹرز بک کے جس وَرَق پر میرے پہلے معائنے کی رائے درج تھی، وہ غائب تھا۔

(ماخوذ از: ’’شہاب نامہ‘‘)

مشق

سوال۱: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

(الف) چوکی دار نے ڈاک بنگلے کی چھت غائب ہونے کی کیا وجہ بیان کی؟

(ب) مُصَنِّف نے دیہات میں گھومنے کے شوق کی کیا وجہ بیان کی ہے؟

(ج) مُصَنِّف کو گاؤں میں جو اصطبل نظر آیا، وہ دراصل کیا تھا؟

(د) مُصَنِّف نے اسپتال کے ’’اَنڈور وارڈ‘‘ کو کیسا پایا تھا؟

(ہ) گاؤں کے نمبردار کے بتانے پر ڈاکٹر صاحب کا کیا ردِ عمل تھا؟

(و) ڈاکٹر صاحب کس حلیے میں مریضوں کا معائنہ کر رہے تھے؟

سوال۲: درج ذیل الفاظ اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

خندہ پیشانی — حکمت — دُور اُفتادہ — سُرعت

خوشنودی — فی البدیہہ

سوال۳: درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے:

(الف) ڈاک بنگلے کی رعایت سے یاد آ گئی:

(۱) ایک ڈسپنسری (۲) ایک عمارت

(۳) ایک مسجد (۴) ایک گاڑی

(ب) مُصَنِّف کی وضع قطع میں کوئی علامت موجود نہیں تھی:

(۱) ڈپٹی کمشنر کی (۲) ڈپٹی ڈائریکٹر کی

(۳) ڈپٹی سیکریٹری کی (۴) ڈپٹی کنٹرولر کی

(ج) آنکھ سب کچھ دیکھتی ہے:

(۱) پتھر کی (۲) انسان کی

(۳) حیوان کی (۴) فرشتے کی

(د) جو اصطبل نظر آیا وہ دراصل تھا:

(۱) ڈاک بنگلا (۲) ڈاک خانہ

(۳) اسپتال (۴) عجائب گھر

(ہ) ڈسپنسری کا آخری معائنہ ہوا تھا:

(۱) ۱۹۳۰ء میں (۲) ۱۹۳۱ء میں

(۳) ۱۹۳۲ء میں (۴) ۱۹۳۳ء میں

سوال۴: درست الفاظ لکھ کر خالی جگہیں پُر کیجیے:

(الف) ڈاکٹر صاحب دھوتی اور بنیان پہنے کرسی پر............ بیٹھے تھے۔

(ب) مریض اپنی............ کے مطابق اپنے مرض کی خود تشخیص کرتا تھا۔

(ج) غالباً یہ نسخہ............ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔

(د) مجھے وہم ہونے لگتا ہے کہ میں ضلع............ کا ڈپٹی کمشنر لگ گیا ہوں۔

(ہ) ڈاکٹر صاحب پورے............ برس سے مسیحائی فرما رہے تھے۔